ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف
وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے
اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

(۱) حضرت اقدس کی وفات پر بعض اخباروں کی رائے صـ ۳۸۵ و ۳۹۱
(۲) کتاب تعلیم الاسلام کی حقیقت صـ ۳۹۲ و ۳۹۶
(۳) کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے صـ ۳۹۶-۴۰۹
۴- ریویوز صـ ۴۱۰
۵- مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمن صـ ۴۱۱ و ۴۲۰

باہتمام حافظ عبد الرحیم منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰- رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو قادیان سے شائع ہوا۔

رسیدات قیمت رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ماہ شعبان سنہ ۱۳۲۶ھ

۱۲۲	منشی گلاب دین صاحب مدرس رہتاس		۲ر	
۱۵۷	میاں رحمت اللہ صاحب بنگہ		عاصر	
۸۴	مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی	سے	متفرق ۳ر	میزان سے ۳ر
۵۱۵	مولوی غلام غوث محمد صاحب گولیکے	۸ر		
۵۲۱	منشی محمد صدیق صاحب محرر پولیس	عاصر	۱ر	عاصر ۱ر
۳۷۴	جھنڈا سکنہ رہانہ تحصیل کبیر والہ	عاصر		
۱۱۹	ماسٹر سکندر علی صاحب	عہ ر		
۵۲۷	چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب نائب تحصیلدار جھجر	عصہ		
۵۲۸	بابو فقیر علی صاحب خیرپور میر سندھ	عصہ		
۱۲۴	احمد حسن صاحب مدرس	عصہ		
۵۲۰	علاؤالدین صاحب	عصہ ۱ر		میزان عہ ۷ر

رسیدات چندہ ممبری بابت ماہ شعبان سنہ ۱۳۲۶ ہجری

۳	قاضی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ قادیان		۸ر	
۱	حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب		عصہ	
	پسر میاں رحمت اللہ صاحب	بنگہ	عصہ	
(۲۲)	عبدالرحمٰن صاحب طالب علم	امرتسری	۴ر	
(۵۳)	میرزا عبدالغنی صاحب	ریاست کپورتھلہ	۴ر	

میزان للعہ ر

کلیزان آمد عہ ۷ر

ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا اور اس کی اشاعت ہر مسلمان کا فرض ہے حضرت حجۃ الاسلام خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین حضرت خلیفۃ المسیح ادام اللہ برکاتہ نے اس امر کو اپنی بیعت میں داخل کر دیا ہے۔ اسکے بعد ضرورت نہیں۔ کہ حقایق پسند قوم کو پرجوش الفاظ میں تحریک کروں اس مقصد کیلئے میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دور خلافت سے درس کے نوٹ لیکر ترجمۃ القرآن کی اشاعت کا انتظام کیا ہے۔ پہلی جلد جو دراصل جلد ۲۱ ہے سورہ زمر سے لیکر حٰم السجدہ تک طیار ہے۔ ترجمہ متن کے نیچے معہ نمبر آیات دیا گیا ہے۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں قیمت عصہ روپیہ علاوہ محصول سورہ بقر کی مکمل تفسیر قیمت ۴ر ہے۔ علاوہ برین حقیقت نماز قیمت عصہ ر اسماء الحسنیٰ قیمت ۵ر

یعقوب علی تراب مالک اخبار الحکم

سے منگوا کر رمضان شریف میں ضرور پڑھو:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس کی وفات پر بعض اخبار و کی رائے نمبر ۳

ماخوذ از اخبار وکیل امرتسر

(سلسلہ کے لیئے دیکھو تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۹)

میرزا صاحب کی اس رفعت نے اُن کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے۔ کہ اُن کا ایک بڑا شخص اُن سے جُدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اُس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ

اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوئے ۔ تاکہ وہ مہتمم بالشان تحریک
جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا ۔ آئندہ
بھی جاری رہے ۔ اور اگر شوربختی مزاحم صلح و احسان نہ ہو ۔ تو یک جہتی
کے ساتھ مشترک فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ
کے مبارک اصولوں کے ساتھ ۔ مرزا صاحب اُس پہلی صف عشاق میں
نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لیئے یہ اثیار گوارا کیا ۔ کہ ساعت عہد
سے لیکر بہار و خزان کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہان ایک شاہد رعنا
کے پیمان وفا پر قربان کر دیے ۔ سید احمدؒ ۔ غلام احمدؒ ۔ رحمت اللہ ۔
آل حسن ۔ وزیر خان ۔ ابو المنصور ۔ یہ السابقون اولا ولون کے زمرہ کے
لوگ تھے ۔ جنھوں نے باب مدافعت کا افتتاح کیا ۔ اور اخر وقت تک
مصروف سعی رہے ۔ اختلاف طبایع اور اختلاف مدارج قابلیت کے
ساتھ اُنکے راز خدمات بھی جداگا نہ تھے ۔ اور اسی لیئے اثر اور کامیابی
کے لحاظ سے اُن کے درجے بھی الگ الگ ہیں ۔ تاہم اس نتیجہ کا اعتراف
بالکل ناگریز ہے ۔ کہ مخالفین اسلام کی صفیں سب سے پہلے ان ہی حضرات
نے برہم کین ۔ میرزا صاحب کا لٹریچر جو میسیحیون اور آریون کے مقابلہ پران
سے ظہور میں آیا ۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے ۔ اور اس خصوصیت میں وہ
کسی تعارف کے محتاج نہیں ۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا
کام پورا کر چکا ہے ۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ۔ اس لیئے کہ وہ

وقت ہرگز لوحہ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین
کی یورشون میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کیطرف سے عالم اسباب
ودسائط میں حفاظت کا واسطہ ہوکر اُس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصورون
کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے۔ اور اسلام کے لیئے کچھ نہ کرتے
تھے یا نہ کرسکتے تھے۔ ایک طرف حملون کے امتداد کی یہ حالت تھی۔ کہ
ساری مسیحی دنیا اسلام شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کے
مٹادینا چاہتی تھی۔ اور عقل و دولت کی زبردست طاقتین اِس حملہ آور کر
کی پشت گرمی کے لیئے ٹوٹی پڑتی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت
کا یہ عالم تھا۔ کہ توپون کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے۔ اور حملہ اور مدافعت دونون
کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلاف اصلیت محض شامت اعمال سے
مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطقہ مسلمان ہی قرار دیے گیے تھے۔ اِس لیئے
مسیحی آبادیون اور خاصکر انگلستان میں مسلمانون کے خلاف پولیٹکل جوش
کا ایک طوفان برپا تھا۔ اور اِس سے پادریون نے صلیبی لڑائیون کو داعیان
راہ فساد سے کم فائدہ نہ اُٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے اِن حضرات
کے میراثی عارضۂ قلب کا جو اسلام کی خودرسرپرستی کے سبب بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳
صدیون سے ان میں نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا چلا آتا تھا۔ درمان ہوجائے
کہ مسلمانون کیطرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جسکا ایک حصہ مرزا صاحب
کو حاصل ہوا۔ اِس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اُس ابتدائی اثر

کے پرخچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کیوجہ سے حقیقت میں اُسکی جان تھا۔ اور ہزارون لاکھون مسلمان اِس کے اِس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچگئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا... طلسم دھوان ہوکر اُڑنے لگا۔

کچھ شبہ نہیں اِن حضرات نے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ اسلام اپنے حریفون کا خواہ اُن کے ساتھ زندہ قومون کا پولیٹکل جذبہ بھی شریک ہو ہمیشہ سے فتح نصیب مقابل رہا ہے۔ اور انشاء اللہ دنیا کے آخری سانس تک رہیگا۔ انہون نے مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔ اور اگر ہم آج اپنے نئے اور پُرانے اختلافات سے قطع نظر کر کے محض اسلام کی خدمت غایۃ المقصود قرار دے لیں تو یقیناً اُس جوشیلے اور اسلام کی خداداد طاقت سے چشم پوشی کرنے والے لاٹ پادری (پشپ) کی زندگی میں جس نے ایک مسیحی مشن کی پچاس سال کی جوبلی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے دوسری جوبلی کیلئے دِلی کی مسجد عظمیٰ کے کیتھوڈرل بنائے جانے کا ادعا ناروا ظاہر کیا تھا۔ وہ وقت آجائے کہ اسلام کی روحانی فتوحات سینٹ پال کے گرجا کو مریم و مسیح کی پرستش کی بجائے ایک خدا کی عبادت گاہ بنادیں۔ اور ناقوس کلیسا کے بدلے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد محمدا رسول اللہ کا زمزمہ قدسی فضا میں گونجنے لگے۔ ہرچند پادریون نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ہمالہ بنا کے کھڑا کر دیا ہے مگر کاغذ کو تو دون کیلئے صرف

چند شرارے کافی ہیں۔ برعکس اِس کے۔۔۔ مسلمانون کا لٹریچر اگر سرکشی اور تمرد کے حق میں توپ گولہ ہے۔ تو طلب حق کے اضطرب سے تڑپنے والے دلون کے لئے صندل وکافور۔ کاش اِس کی تاثیر کی آزمایش کی جائے۔ اور اُسے عیسائی آبادیکی زبانون میں منتقل کرکے کثرت سے شایع کیا جائے کیونکہ ترقی علم و حکمت کے ساتھ مذہب وہان وبال دوش ہوا جاتا ہے۔ اور دنیا طلبی کے انہماک نے وہان روح کی تشنگی غیر محسوس بنا رکھی ہے۔ اِس لیئے کہ عیسائیت اُس فطرتی جذبے کو جو دنیوی حشمت کے بوجھ میں دب گیا ہے۔ اُبھارنے سے بالکل قاصر ہے۔ یہ فخر اسلام ہی کا حِصّہ ہے کہ اِس حالت میں بھی وہان جب کبھی اُسکی تجلی عکس فگن ہوتی ہے۔ وجدانِ بیتاب ہونے لگتے ہیں۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلون کو گرانبار بار احسان رکھیگی کہ انہون نے قلمی جہاد کرنے والونکی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کیطرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا۔ جو اُس وقت تک کہ مسلمانون کی رگون میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قایم رہیگا۔

اِسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیان توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب اُسوقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسفی کی نوحہ خوانی جابجا آغاز کی تھی۔ اُنکا تعاقب شروع کردیا تھا۔

اِن حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اُس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اِس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے۔ کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔

فطری ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر اُن کی نظر نہایت وسیع تھی۔ اور اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو اُن کے برجستہ جواب سے ایکدفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں۔ اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اُسکی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا۔ کہ میں اِن سب کے لیئے حکم و عدل ہوں لیکن اِس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی اُن کی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اِس شان کا شخص پیدا ہو۔ جو اپنی اعلیٰ اخواستیں محض اسطرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔ فقط

کتاب تعلیم الاسلام کی حقیقت

یہ کتاب عبدالغفور آریہ کی کتاب تہذیب کی تردید میں لکھی گئی ہے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اُس آریہ نے قرآن شریف پر کیے ہیں۔ دوسرے حصہ میں جو ضمیمہ کے رنگ میں شائع کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب نے آریہ سماج اور اُس کے بانی دیانند کو لیا ہے۔ دونوں حصے بہت دلچسپ ہیں۔ آریہ کے اعتراضات کو بہت خوبی سے رد کیا ہے۔ اور جن جن آیات پر مخالف آریہ نے حملہ کرنا چاہا ہے اُسکی نہایت بسط سے تفسیر کیگئی ہے۔ عام فہم مثالوں سے مشکل مضامین کو صاف کیا گیا ہے (یعنی عرش کرسی۔ کن فیکون وغیرہ وغیرہ پر سیر کن بحث کی گئی ہے)

میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کو مبارک دیتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے انکے خیالات کو ایسی خوبی سے ادا کرنیوالا۔ اور دوسروں تک پہنچا کر اُنپر اتمام حجت کرنیوالا پیدا کیا ہے شیخ صاحب کی طرز تحریر پُر زور ہے اور مخالف کو کچلنے اور روندنے کا خوب ڈھب جانتے ہیں ضمیمہ میں آریوں سے خوب انتقام لیا گیا ہے۔ اور ستیارتھ پرکاش پر ایسے زبردست اعتراضات کیے گئے ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آریہ صاحبان ان اعتراضات کا کیا جواب دیسکتے ہیں۔ شیخ صاحب دشمن کو ایسی جگہ سے پکڑتے ہیں کہ وہ ہل نہیں سکتا۔ ان کے اعتراضات سب قوی اور مدلل ہیں شیخ صاحب نے اپنے ضمیمہ میں ثابت کیا ہے۔ کہ آریوں کا مذہب صرف زبانی باتیں ہی ہیں۔ یہ اپنے کسی اصول پر عمل نہیں کرتے۔ اور نہ کرسکتے ہیں۔ کیونکہ انکے اصول قابل

عملدرآمد نہیں انہوں نے ستیارتھ پرکاش کی تعلیم کے علمی حصہ کو پیش کرکے بار بار آریہ صاحبان کو للکار للکار کر پوچھا ہے۔ کہ آیا اُن میں کوئی ہے جو اُن کا پابند ہو۔ دیانند کو اُسکی تعلیم کی رو سے ثابت کیا ہے۔ کہ وہ نجات یافتہ نہیں ہوسکتا۔ دیانند کے بعد لیکھرام کے قلمی فیصلہ کو لیا ہے جس میں وہ خدائی فیصلہ کی درخواست کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے۔ کہ "ہے پرمیشور ہم دونوں (مرزا غلام احمد اور لیکھرام) میں سچا فیصلہ کر کہ جہالت اور تعصب اور جور ستم والا کاذب ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کیطرح تیرے حضور عزت نہیں پاسکتا" چنانچہ لیکھرام اپنی اسی دعا کے مطابق ہلاک ہوا۔ اور اپنی موت سے ثبوت دیا کہ جس مذہب کا وہ وکیل ہوکر پیش ہوا تھا۔ وہ مذہب خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے اسطرح اُسنے اپنی قوت سے اپنے مذہب کے کذب پر مہر لگادی۔ اور آریوں کو ہمیشہ کیلئے شرمندہ کیا۔ مگر یہ لوگ بھی عجیب بے شرم ہیں۔ کہ بجائے شرمندہ ہونیکے اپنی خیرہ چشمی میں بڑھتے جاتے ہیں غرض شیخ صاحب کی کتاب تعلیم الاسلام نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ مباحثہ کے اغراض کیلئے بہت مفید ہے۔ اس کتاب میں ایک طرف تو مخالفوں کے اعتراضوں کے جواب معقول رنگ میں دیے گئے ہیں۔ اور مشکل آیات اور مشکل مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ دوسری طرف آریہ مت کی غیر معقولیت کو پورے طور پر ثابت کیا گیا۔ یہ آریہ مت کے لئے ایک سخت حربہ ہے۔ اور اُسکا پڑھنا مباحثہ کے اغراض کیلئے بہت مفید ہے۔ خدا تعالیٰ شیخ صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور انکو دین کی خدمت کی زیادہ اور زیادہ توفیق دے۔ آریوں کی تردید کیلئے خدا تعالےٰ نے اُن کو خاص مناسبت عطا فرمائی ہے قیمت تعلیم الاسلام مع ضمیمہ ۸ر

دستخط مولوی شیر علی صاحب۔ بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے

تمہید

مخالفینِ اسلام نے مذہب اسلام پر ایک بہت بڑا اعتراض سوچا ہے۔ جس کا جواب بارہا ان کو دیا جا چکا ہے۔ مگر اپنی ہٹ دھرمی سے وہ اب بھی یہ اعتراض کیے جاتے ہیں اگرچہ اس اعتراض کے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ خواہ بلحاظ اس کے کہ اس کا بہت دفعہ جواب دیا جا چکا ہے اور خواہ بلحاظ اس کے کہ ایک منصف مزاج انسان قرآن شریف اور تاریخ اسلام کے پڑھنے سے خود فیصلہ کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ بجائے اسلام کے دوسرے مذاہب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے مگر اس خیال پر کہ عام لوگوں کو تاریخ وغیرہ طول طویل کتابوں کے پڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ میں اس کے متعلق ایک مفصل بحث کرنا چاہتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

میں مندرجہ بالا اعتراض کو دور کرنیکے لیئے مندرجہ ذیل امور پر انشاء اللہ تعالےٰ بحث کرونگا۔

(۱) مسلمانون نے تلوار کیون اُٹھائی ؟

(۲) کیا اسلام کی تعلیم تلوار کے زور سے اسلام پھیلانیکی اجازت دیتی ہے؟

(۳) کیا مسلمانون کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ تلوار کے زور سے اسلام پھیلا سکتے؟

(۴) کیا مخالفین اسلام مسلمانون کا مقابلہ کرنیکے قابل نہ تھے ؟

(۵) کیا تلوار کے زور سے جو مسلمان کیا جائے۔ وہ ایسا ثابت قدم ہو سکتا ہے۔ جیسے صحابہ رضؓ ؟

اب مین مندرجہ بالا امور کے متعلق بالترتیب کچھ عرض کرتا ہون۔

۱۰۔ مسلمانون نے تلوار کیون اُٹھائی ؟۔

خدا تعالیٰ قرآن شریف و فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۙ

(ترجمہ) جو لوگ (اس وجہ سے) کہ انپر ظلم کیے گئے جنگ کرنا چاہتے

ہیں۔ اُن کو اجازت دیگئی۔ اور اللہ تعالےٰ اُن کی نصرت پر قادر ہے۔
(یعنی اللہ تعالےٰ ضرور مومنون کی مدد کریگا۔ کیونکہ اُنپر ظلم کیا گیا۔ اور
اللہ تعالےٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ یہ اجازت عام طور پر
جنگ کرنیکی نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کو جنپر ظلم کیا گیا۔ اور وہ) جو ناحق اپنے
گھروں سے نکالے گئے۔ مگر (اگر اُن کا کوئی قصور بتایا گیا ہے۔ تو صرف یہی
کہ ظلم کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ ایسے لوگ ہیں) جو کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا
رب اللہ ہے (یعنی ربنا اللہ کہنے کے عوض ان کو گھروں سے نکال
دیا گیا۔ اور اسی وجہ سے اُن پر طرح طرح کے ظلم کیے گئے۔ پھر فرماتا ہے)
اگر ہم بعض لوگوں کے ساتھ بعض کا تدفعیہ نہ کرتے (یعنی اگر ہم ایسے موقعہ
پر بھی جنگ کی اجازت نہ دیا کریں۔ جبکہ ظلم اپنی حد پر پہنچ جاوے) تو گرجے
یہودیوں کے عبادت خانے اور دوسرے لوگوں کی عبادتگاہیں۔ اور
مساجد سب گرا دیئے جاتے (حالانکہ ان کے گرانے سے دین الٰہی کو
ضعف پہنچتا ہے۔ کیونکہ) اسمیں اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ اُسکی ضرور مدد کریگا۔ جو اُسکی مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ
قوی اور زبردست ہے۔

یہ اصل حکم ہے۔ جس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو لڑائی کرنیکی
اجازت دیگئی ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان اُسکو پڑھکر سمجھ سکتا ہے
کہ یہ حکم کس بنا پر دیا گیا ہے۔ آیا یہ زور سے اسلام پھیلانے کے لیئے

حکم دیا گیا ہے۔ یا اُن ظلموں سے بچاؤ کے لیئے جو مسلمانوں پر کیے جاتے تھے۔ ان آیات کے ساتھ اگر مندرجہ ذیل آیات کو شامل کر دیا جاوے تو اور بھی مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑائی کرو۔ جو تم سے لڑائی کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر فرماتا ہے۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا۔ اگر وہ صلح چاہیں تو صلح کر لو۔ پھر ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے وَالصُّلْحُ خَیْرٌ۔ الغرض یہ سب آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن شریف کی تعلیم کا یہ منشا ہے۔ کہ حتی الوسع صبر سے کام لینا چاہیئے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ ... تُفْلِحُوْنَ اور جو تم پر ظلم کیے جائیں۔ اس پر صبر کرتے رہو۔ اور حتی الوسع صلح کی کوشش کرو۔ کیونکہ صلح بہت اچھی ہے۔ اگر ظلم حد سے بڑھ جائے اور صلح کی امید نہ رہے۔ بلکہ تمہیں یہ خوف ہو جائے۔ کہ اگر تم اُن کے ظلموں کی مدافعت نہ کرو گے۔ تو وہ تمہاری مسجدوں کو گرا دینگے۔ تو اس صورت میں ہم تمہیں اُن کا مقابلہ کرنیکی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اُس حالت میں بھی اپنے پرانے

بدلے لینے شروع نہ کر دو۔ بلکہ جہانتک وہ تم سے لڑائی کریں۔ تم بھی اُس حدتک اُن سے لڑائی کرو اُن پر زیادتی مت کرو۔ اگر وہ دورانِ جنگ میں صلح کرنا چاہیں تو پھر تم لڑائی مت کرو۔ بلکہ صلح کر لو۔ کیونکہ جنگ کی اجازت دینے سے اس فتنہ کا رفع کرنا ہے جو مخالف لوگ اُٹھاتے ہیں۔ اگر وہ باز آجائیں تو تم پھر باز آجاؤ اور حد سے مت بڑھو۔ یہ قرآن کریم کی پاک تعلیم ہے۔ کوئی بتائے تو سہی کہ اس تعلیم سے کس طرح زور کے ساتھ اسلام پھیلانیکا حکم ثابت ہوتا ہے۔

غالباً مجھے اسبات کا ثبوت دینے کی ضرورت نہیں کہ کیا واقعی مخالفین نے مسلمانون پر حملے کیے تھے۔ یا نہیں کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانون نے دو دفعہ اپنے وطن۔ اقارب اور جاہ ومال کو ان کے ظلمون کی بنا پر خیرباد کہا۔ پہلی دفعہ اُس وقت جبکہ وہ نجاش کے ملک میں جاکر آباد ہوئے۔ اور یہ وقوعہ اسلیئے ہوا کہ خدا تعالےٰ یہ بتائے کہ مسلمانون کے ایک حصہ کو اسی طرح کسی زمانہ میں عیسائی سلطنت کے ماتحت رہنا پڑیگا۔ لیکن اُن کو اُس وقت اِسی طرح فرمانبرداری سے رہنا چاہیئے۔ جیساکہ نبی کریم کی زندگی میں صحابہؓ نے رہکر دکھایا۔

دوسری دفعہ خود رسول کریمؐ کو اپنا پیارا وطن چھوڑنا پڑا۔ یہ دونون

واقع اس بات کے کافی گواہ ہیں کہ مسلمانوں پر کس قدر ظلم کیے جاتے تھے۔ کیونکہ جب تک انسان کسی خاص مُصیبت میں نہ پڑے تب تک بلا وجہ اپنے وطن کو نہیں چھوڑ سکتا۔ الغرض یہ بات بالکل صاف ہے۔ کہ مخالفوں نے مسلمانوں پر اِس حد تک ظلم کیے جہان تک وہ کر سکتے تھے۔ اور آدمیوں کی دونوں ٹانگوں کو دو اونٹنیوں کے ساتھ باندھکر دونوں اونٹنیوں کو مخالف طرف کو چلا کر شہید کر دیا۔ کیا یہ ایسے واقعات نہیں جو انسان کے دل کو ہلا دیتے ہیں۔ اور جن سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ طرح طرح کے ظلم اور آئے دن کی تکلیفیں تھیں۔ کہ جنکی وجہ سے آخرکار مسلمانوں کو اپنی جانیں بچانے کے لیئے لڑائی کی اجازت دی گئی۔

(۴) کیا اسلام کی تعلیم تلوار کے زور سے اسلام پھیلانیکی اجازت دیتی ہے؟

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین میں جبر نہیں ہے۔ یعنی کسی کو زور سے مسلمان بنانے کی کوشش نہ کرو۔

یہ ایک مختصر سی آیت مَیں نے پیش کی ہے۔ اِس کے علاوہ مَیں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ سورہ براۃ میں جسکو جنگ کا اعلان سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ ط ترجمہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول کیطرف سے لوگوں

بیں حج اکبر کے دن یہ اعلان کردو کہ اللہ تعالےٰ اور اُس کا رسول مشرکون سے بَری ہے یعنی اب اُن کے برخلاف جنگ کیا جائیگا۔ پھر فرماتا ہے۔ اگر اب بھی یہ لوگ توبہ کرلین تو بہتر ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کرین بلکہ پھر جائیں تو اِن کو یہ کہدو کہ تم جان رکھو۔ کہ تم اللہ تعالےٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی اب ہم تمھین تمھاری شرارتون کی سزا دیکر چھوڑینگے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ یعنی کافرون کو دردناک عذاب کی خبر دیدے۔ اِن آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ مشرک لوگ ہمیشہ شرارتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانون کو دکھ دیتے رہتے تھے اِس لیئے ان کو جنگ کا الٹیمٹم دیدو۔ اور یہ بتادو۔ کہ اگر تم اب بھی اِن باتون سے باز آجاؤ۔ تو بہتر ہے ورنہ ہم جنگ کرینگے۔ کیونکہ تم اللہ تعالےٰ کو جنگ میں عاجز نہیں کر سکتے۔ اِس لیئے دردناک عذاب کے لیئے تیار ہوجاؤ۔ جو تمھاری ناکامیون کی وجہ سے تمھیں لاحق ہوگا۔ ایسے وقت میں جبکہ اللہ تعالےٰ جنگ کے لیئے الٹیمٹم دیتا ہے۔ یہ بھی تعلیم دیتا ہے۔ کہ اگرچہ ہمنے یہ حکم جاری کردیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ اِس میں وہ مشرک شامل نہیں ہیں۔ جو عہد کرلین

* اِس جگہ عذاب الیم سے مراد جنگ کے ذریعہ سے اُنکو عذاب دینا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ۔ ان سے لڑائی کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ان کو تمہارے ہاتھون سے عذاب دیگا۔ منہ

اور اُسکو توڑ نہ دین - اِس تعلیم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو شرارتیں کرتے ہیں - تم اُنہیں سے جنگ کرو اور جو تم سے صلح کا عہد کرلیں اُن سے عہد پورا کرو - پھر اِس تعلیم کو اِس آیت سے اور بھی صاف کر دیا ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ - یعنی اگر کوئی مشرک پناہ مانگے - تو اُسکو پناہ دیدو - پس مَیں نہیں سمجھ سکتا - کہ ایک انصاف پسند کے لئے کوئی تعلیم اِس سے زیادہ صاف ہو سکتی ہے - کہ اِدھر امن قائم رکھنے کے لیئے تو جبر سے منع کیا گیا ہے - وعدوں کے ایفاء کی تاکید کی گئی ہے اگر کوئی پناہ مانگے تو پناہ دینے کا حکم ہے - اُدھر لڑائی کا حکم ہے تو ساتھ شرط لگادی ہے کہ خبردار ظلم نہ کرنا اور اُنہیں سے لڑنا - جو تم سے لڑتے ہیں اور ناحق دُکھ دیتے ہیں -

الغرض اسلام کی تعلیم صاف گواہی دیتی ہے کہ تلوار کے زور سے اسلام مت پھیلاؤ - بلکہ دشمن کو بھی پناہ دیدو اور لڑائی کی اجازت صرف اپنے ڈیفنس اور فتنہ کے دور کرنے کے لیئے ہے - مَیں اِسجگہ یہ بھی بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں - کہ جس طرح قرآن شریف میں یہ تعلیم واضح طور پر پائی جاتی ہے - اِسی طرح حدیث شریف میں لکھا ہے کہ رسول کریم جب کوئی قافلہ جنگ کیلئے بھیجا کرتے تھے - تو اُس کو یہ نصیحت کرتے تھے - کہ دیکھو اُن کے بوڑھوں - اور بچوں کو قتل نہ کریو - کیونکہ وہ تمھارے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے - یہ اسلام ہی ہے - جو یہ تعلیم دیتا

ہے۔کہ لڑائی کے وقت میں یہ خیال رکھو۔کہ فریق مخالف کا کوئی بوڑھا یا کوئی بچہ نہ مارا جائے پھر کیسے افسوس کی بات ہے۔کہ اسلام جیسے امن پسند مذہب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔

اِس جگہ مَیں ایک واقعہ ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔کہ اسلام میں غیر مذہب والوں پر جبر و سختی کرنا تو کیا سختی اور تکلیف اُٹھانے کے حالت میں بھی لڑائی کی ابتدا کرنا منع ہے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو آٹھ یا بارہ آدمیوں کا سردار کیا۔اور اُن کو سربمہر پرچہ دیکر حکم دیا۔کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ۔اور تین روز کے بعد اِس پرچے کو کھولکر پڑھو۔اور اُس پر عمل کرو۔ہدایت کے موافق حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے تین دن کے بعد پرچہ پڑھا۔اُس میں یہ حُکم تھا۔کہ نخلہ تک برابر چلے جاؤ۔اور وہاں پُہنچکر مخفی طور پر دشمنوں کے حالات دریافت کرو۔اور اُنکے ارادوں کی خبر دو۔جب یہ وہاں پُہنچے تو اُن کو مکہ والوں کا ایک قافلہ ملگیا۔اب یہ حیران ہوئے کہ کیا کیا جاوے اِس کے متعلق ہمارے لیئے کوئی ہدایت نہیں ہے۔کہ اِن سے جنگ کیا جاوے یا نہ۔بالآخر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اور اُنکی جماعت نے اِس قافلہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا۔اور باقیوں کو گرفتار کر لیا۔جب رسول اکرم صلعم کو یہ معلوم

ہوا۔ تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور ملامت کی۔ اور قیدیون کو اُن کے اسباب کے ساتھ واپس کر دیا۔ جو آدمی مارا گیا تھا۔ اُس کا خون بہا دیا گیا۔ اب اِس سے اندازہ لگ سکتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم کیسی صلح پسند ہے۔

کیا فتح مکہ کے دن رسول کریم اہالیان مکہ کو کلمہ پڑھنے کے لیئے مجبور نہ کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے سب کو معاف کر دیا۔

۳۔ کیا مسلمانونکی یہ حالت تھی۔ کہ وہ زور سے اسلام پھیلا سکتے؟

اِس بات کا کسکو علم نہیں کہ اسلام کے مقابل پر تمام دنیا تلی ہوئی تھی مسلمان بہت کم مقدار میں تھے۔ اور اُنکے مخالف لامحدود تعداد میں تھے۔ پھر کیا وجہ کہ مسلمان ہی فتح یاب ہوتے رہے۔ اگر مسلمانون کے پاس تلوار تھی تو کیا مخالفین کی تلوار کسی نے چھین لی تھی؟ کیا وہی مخالف نہ تھے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اور کیا تمام دنیا ایک شخص کو ہلاک نہ کر سکتی تھی۔ مسلمانون کی ابتدائی حالت جو تھی۔ اُس سے دنیا واقف ہے۔ اُن پر طرح طرح کے ظلم کیے گئے۔ اور اُن کو ستایا گیا۔ وطن سے بیوطن کیے گئے تو کیا ایسی صورت مین مسلمان اس قابل تھے۔ کہ وہ زور سے اسلام پھیلا سکتے۔

میں چند اسلامی جنگونکا ذکر کر کے عرض کرونگا۔ کہ اسلام میں جنگ کیون ہوتے تھے۔ اور یہ کہ مسلمانون اور مخالفون کی تعداد کس نسبت سے

ہوتی تھی ۔ تاکہ ناظرین اندازہ لگا سکیں ۔ کہ آیا مسلمان زیادہ زور والے تھے ۔ یا مخالفین کی طاقت زیادہ تھی ۔ اور اِس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا ۔ کہ مسلمانوں کی فتح تلوار کے زور سے تھی ۔ یا کوئی اور چیز تھی جس کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے ۔

(۱) جنگ بدر

ایک برامھو دھرم کا پیرو لکھتا ہے ۔ کہ "۱۱ ماہ رجب ۲ھ ہجری مطابق نومبر ۶۲۳ء کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی ۔ کہ مکہ میں مسلمانان مدینہ کے نیست و نابود کرنے کیلئے بڑی بھاری تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ اور عنقریب بیشمار لشکر حملہ کرنے والا ہے ۔ اُنہیں ایام میں قریش کا ایک قافلۂ عظیم شام کی طرف آرہا تھا ۔ اور یہ منصوبہ قرار پایا ۔ کہ وہ قافلہ شمال کیطرف سے حملہ آور ہو ۔ اور جنوب کیطرف سے اہل مکہ حملہ کریں ۔ اور اِس اہتمام سے کارروائی ہو ۔ کہ آئندہ کے لیئے اہل اسلام کا نام و نشان تک نہ رہے ۔"

کیا کوئی انصاف پسند کہہ سکتا ہے ۔ کہ جب مخالفین اسلام نے مسلح ہو کر اسلام کو دنیا سے نابود کرنا چاہا ۔ تو اسلام کیلئے ضروری نہ تھا کہ اپنا ڈیفنس کرے ۔ ایسے موقعہ پر ڈیفنس نہ کرنا گویا جان بوجھ کر اپنے آپ کو نابود کرنا تھا ۔ یہ امر کہ مسلمانوں کو غلطی لگی ہے ۔ اہل مکہ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا ۔ اِس سے بوضاحت صاف ہو جاتا ہے ۔ کہ جب ابوسفیان نے صحیح سلامت مکہ پہنچ کر ابوجہل کو واپس بلایا ۔ تو اُس نے

واپس جانے کے بجائے یہ کہلا بھیجا کہ جب تک میں محمد صلعم کا نام صفحہ ہستی سے نہ مٹا دونگا۔ تب تک واپس نہیں ہونگا۔ چنانچہ یہ آخری منصوبہ تھا۔ جو مسلمانونکے ہلاک کرنے کے لیئے کفار مکہ نے کیا۔ چنانچہ مسلمانون نے بھی تنگ آکر مقابلہ کا ارادہ کیا۔ مگر کیا کر سکتے تھے۔ اِس طرف صرف ۳۱۴ آدمی تھے۔ اور وہ بھی بے سروسامان اور دوسری طرف اُن کے مقابلہ میں تمام عرب کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسی صورت میں مسلمان دنیاوی تدابیر سے فتحیاب ہو سکتے تھے۔ مگر مسلمانون میں ایک ایمانی جوش تھا۔ اور اُن کے ساتھ خدا کی مدد تھی جس کی وجہ سے وہ فتحیاب ہوئے۔ اور وہ جو مسلمانون کا نام ہستی سے نابود کرنے کے لیئے آیا تھا۔ خود جہنم رسید ہوا۔

(۲) جنگ اُحد

ابوسفیان کو جنگ بدر کی شکست سے بہت ہی افسوس ہوا۔ اور وہ بڑا ہی نادم ہوا۔ اِس لیئے اپنی بیوی ہندہ کے جوش دلانے سے وہ اُچھلا۔ اور اُس موقعہ پر کُل عرب نے ۱۱۔ من۔ ۳۔ سیر پختہ سونا۔ اور ایک ہزار اونٹ چندہ مین جمع کیا۔ اور اِس چندہ سے پانچہزار کارزار دیدہ و جنگ آزمودہ مسلح کیے گئے۔ اور اُن کے مقابل پر مسلمانون کی طرف سے کُل سات سَو آدمی تھے۔ اور صرف دو گھوڑے تھے۔

غور کرو جبکہ تمام مخالفین اسلام سے اِس فتح کا بدلہ لینے آئے جو کہ اُن کے قادر خدا نے اُنہیں نصیب کی تھی۔ تو کیا اہل اسلام خاموش رہتے

ہر ایک انصاف پسند یہی کہے گا۔ کہ ضرور مقابلہ کرنا چاہیئے تھا۔ پھر کیا یہ مسلمانوں کے پاس تلوار کا زور تھا۔ جس کی وجہ سے اُنہوں نے مخالفوں سے مقابلہ کیا نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اُن میں اسلام کا نور تھا۔ جس نے اُنکو مخالفیں سے مقابلہ کرنے کے لیئے تیار کیا۔ اور وہ خدا کا ہی ہاتھ تھا۔ جس نے باوجود کفار کو ایک حد تک کامیابی نصیب ہونے کے مسلمانوں کو اُن کی دسترس سے بچائے رکھا۔ اور کفار باوجود اپنے آپ کو فاتح سمجھنے کے تھوڑے سے مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور بغیر کسی کامیابی کے نشان کے واپس لوٹ گئے۔

۳۔ خندق کی لڑائی

ابوسفیان دس ہزار مسلح آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تباہ کرنے کے لیئے نکلا۔ مسلمانوں کو اپنی قلت کیوجہ سے خندق کھودنے کی ضرورت پڑی تاکہ مخالف یکدفعہ حملہ نہ کر آئیں۔ ایسے موقعہ پر جبکہ مسلمان مقابلہ پر پوری طرح سے تیار ہو گئے تھے۔ مخالفوں کو جو ایک ٹڈی دل کے طور پر جمع ہوئے تھے۔ کس نے واپس کیا۔ اسی خدا تعالےٰ کے فضل نے کیا کوئی منصف کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر مسلمانوں کو اپنی حفاظت نہیں کرنی چاہیئے تھی۔

مَیں اِس جگہ زیادہ مثالیں دینا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ مضمون لمبا ہو جائیگا۔ ہاں صلح حدیبیہ کیطرف ناظرین کو متوجہ کرتا ہوں۔ کیا ہو سکتا

ہے۔کہ جو مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا جاوے۔ اُس کے متبعین ایسے دبکر صلح کرین۔ اور شرطون کو جانے دو صرف یہی شرط دیکھ لو۔ کہ جو مرتد ہوکر مکہ میں چلا جاوے۔ وہ مکہ والے واپس نہ دینگے۔ اور جو مسلمان ہوکر مدینہ منورہ میں چلا جاوے۔ وہ رسول کریم صلعم کو واپس کرنا ہوگا۔ کیا یہ صلح ظاہر نہیں کرتی۔ کہ جس مذہب نے یہان تک دبکر صلح کو جائز رکھا۔ وہ کب تلوار کے زور سے پھیل سکتا ہے۔

الغرض مسلمانون میں نہ یہ طاقت تھی۔ کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلاتے اور نہ انہون نے طاقت ور ہوکر کبھی اِس امر کو پسند کیا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں اُن کے لیئے صاف حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔

۴۔ کیا مخالفین اسلام مسلمانونکا مقابلہ کرنیکے قابل نہ تھے

اصل میں یہ ہیڈنگ پہلے ہیڈنگ کا ایک حصّہ ہے۔ مگر تفصیل کے لیئے مَیں نے اُس کو علیحدہ کردیا ہے۔ تاکہ ہر ایک صاحب اُسکو بآسانی سمجھ سکین۔ مَیں پہلے ذکر کر آیا ہون۔ کہ مسلمانون میں یہ طاقت نہ تھی۔ کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابل پر تلوار کے زور سے اسلام پھیلا سکتے۔ لیکن مَیں نے اِس میں صرف رسول اکرم صلعم کے زمانہ کی مثالین پیش کی ہیں اب مَیں اِس کو عام کرتا ہون۔

اسلام کے ابتدا سے (جس کو عیسائی اور آریہ ابتدا کہتے ہیں[1]) اُس

[1] کیونکہ دراصل اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے۔ منہ

زمانہ تک جب تک کہ تلوار کا روز رہا ہے۔ تمام دنیا اسلام کی مخالف رہی ہے۔ یہ دنیا کا ہر ایک سمجھدار فرد سمجھ سکتا ہے۔ کہ بہر حال متبعین اسلام کی نسبت اُن کے مخالفین کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ اور وہ ہمیشہ اِس خیال میں رہے ہیں کہ اسلام کو اِس دنیا سے نیست و نابود کر دیں گے۔ پھر کیا بات ہے۔ کہ تمام دنیا اسلام کے مقابلہ میں ناکامیاب رہی کیا وہ ساری دنیا متبعین اسلام سے کمزور تھی۔ یا اُن کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتی تھی نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ مسلمانوں سے طاقت میں اور تعداد میں زیادہ تھی۔ اسلام میں خدا تعالےٰ کیطرف سے ایک روح رہی ہے جس کے سبب سے مخالف دنیا اُس کو نیست و نابود نہ کر سکی۔ والا کوشش بہت کیگئی۔

کیا صرف سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں سلاطین یورپ کمزور تھے۔ یا کیا سلطان محمود غزنوی کے مقابلہ میں تمام ہندو کمزور تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ سومنات کے مندر پر جو سلطان محمود غزنوی نے دعا کی ہے وہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ فتح کا باعث کیا تھا۔ وہ اسلامی جوش وہ دعا کا زور اور خدا کا ساتھ تھا۔ جس نے فتح دی۔ اور یہ امر تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ غرض مخالفین اسلام کو طاقت تھی۔ کہ وہ اِس مذہب کو بنیاد سے اُکھاڑ دیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی مقصد کو پورا نہیں ہونے دیا۔ اور اپنا زبردست ہاتھ ہمیشہ اسلام کے سر پر رکھا۔ کیا ہی اچھا مقولہ ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کے پاس تلوار تھی۔ تو کیا کافروں کے پاس تلوار نہ تھی۔

۵۔ کیا تلوار کے زور سے جو مسلمان کیا جاوے۔ وہ ایسا ثابت قدم ہو سکتا ہے جیسا صحابہ رض

ذیل میں مَیں چند مثالیں پیش کرتا ہوں جن سے معلوم ہوگا۔ کہ مسلمانوں پر کس قدر ظلم کیے گئے۔ اور مسلمانوں نے کہاں تک استقلال دکھلایا۔ اور چونکہ جبر سے مطیع ہونے والا انسان ایسا استقلال نہیں دکھلا سکتا۔ اِس لیئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ دل سے مسلمان ہوئے تھے (یہ مثالیں ایک برمھو کی کتاب سوانح آنحضرت صلعم میں سے دی گئی ہیں)۔

(۱) حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ ایک غلام تھے اُنکا آقا صرف اِس وجہ سے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔ ان پر بڑی سختیاں کیا کرتا تھا۔ گرم ریت پر لٹا کر اوپر گرم پتھر رکھدیا کرتا تھا۔ بکری کی کھال پہنا کر اُنکو پٹوایا کرتا تھا۔ اور لڑکوں کے سپرد کر دیا کرتا تھا۔ کہ وہ اُن کو ستائیں کیا کوئی ایسا شخص جو تلوار کے زور سے مسلمان کیا گیا ہو۔ اپنا استقلال اِسحد تک رکھ سکتا ہے۔ کہ جسقدر ممکن ہے تکلیف دیجاوے۔ اور وہ برداشت کرتا چلا جاوے۔

۲۔ ایک شخص (حضرت) عمار تھا۔ اُس کی مُشکیں باندھکر اُسے پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے۔ اور اُسکی چھاتی پر بھاری پتھر رکھدیتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے۔ کہ محمد (صلعم) کو گالیاں دو۔ یہی حال اُس کے

بڈھے باپ کا کیا گیا۔ اِس مظلوم بی بی سے جسکا نامہ سمیہ تھا۔ یہ ظلم نہ دیکھا گیا۔ اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اِسپر

(۳) وہ بیگناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے روبرو اُس کے شوہر اور جوان بچہ پر ظلم کیا جاتا تھا۔ برہنہ کیگئی اور اُسے سخت بے حیائی سے ایسی تکلیف دیگئی۔ جسکا بیان کرنا بھی قابل شرم ہے۔ آخر اِس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان نکل گئی۔

مَیں اِن تین مثالوں پر اکتفا کر کے ناظرین سے دریافت کرونگا۔ کہ کیا کوئی ایسا آدمی جس نے تلوار کے زور سے کسی مذہب کو اختیار کیا ہو۔ اُسکے لیئے اس قدر تکالیف برداشت کر سکتا ہے۔ غالباً مجھے یہ جواب ملیگا۔ کہ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں جب یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ تو پھر اِس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا میں اُسکو یہاں تک ہی چھوڑتا ہوں۔ وآخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العٰلمین۔

عبدالرب۔

ریویوز

سوانح عمری حضرت محمد صلعم

حضرت رسول کریم صلعم کی تاریخ مصنفہ مسٹر پرکاش دیو برہمو سماج لاہور کی طرف سے شایع ہوئی ہے۔ مخالفین اسلام میں سے جو جو تاریخین رسول اکرم صلعم کی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے مذکورہ بالا کتاب اس لایق ہے کہ اسکو اول سے آخر تک پڑھا جاوے۔ کیونکہ اس میں مذہبی تعصب کا بالکل دخل نہیں ہے۔ ہم پبلک کو خاص طور پر اس کتاب سے مستفید ہونیکی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ قیمت فی جلد ۵ر نوٹ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ رسالہ میں ہم اسپر کسی قدر اور مفصل ریویو لکھیں گے۔

دفتر برہمو پرچارک لاہور سے مل سکتی ہے۔

کرشن اوتارا

اس کتاب کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل ہیفکورٹ پنجاب لاہور نے دس ہزار چھپوا کر مفت شایع کی ہے۔ اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت کرشن جی مہاراج خدا تعالےٰ کے پیارے رسول تھے۔ خواجہ صاحب نے مختلف اقوام ہند کے اختلاف دور کرنے اور ان کو محبت اور آشتی کے متحد پلیٹ فارم لانیکی غرض سے حضور علیہ السلام کی پاک کتاب پیغام صلح کے ساتھ شایع فرمائی ہے۔ شائعین خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر چیف کورٹ عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور سے منگا کر ثواب پہنچکر طلب فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا آپکا لفظ لفظ آپکی قوت ایمانی پر شاہد ناطق ہی۔ عادت اللہ قدیم سے جاری ہی کہ وہ اپنی بندونکو بغیر آزمایش کے نہیں چھوڑتا اور ایسے ایمان کو قبول نہیں کرتا جو آزمایش سی پہلے انسان رکھتا ہی۔ اگر بشیر احمد کی وفات میں ایک عظیم الشان حکمت نہوتی تو خدائیعالی ایسا رحیم کریم تہا کہ اگر بشیر عظیم رمیم بھی ہوتا تب بھی اُسکو زندہ کر دیتا مگر اللہ جلشانہٗ نے یہی چاہا تا اُسکے وہ سب کام پورے ہون جنکا اُسنے ارادہ کیا ہی بشیر احمد کی وفات کا حادثہ ایسا امر نہیں ہی۔ کہ جو ایک صاف باطن اور دانا انسان کی ٹھوکر کھانیکا باعث ہوسکے جب بشیر پیدا ہوا۔ تو اُسکی پیدائش کے بعد صدہا خطوط پنجاب اور ہندوستان سی اس مضمون کے پہنچے کہ آیا یہ لڑکا وہی ہے جس کے ہاتہہ پر لوگ ہدایت پائینگے۔ تو سب کو یہی جواب دیا گیا کہ اس بارہ میں صفائی سے ابتک کوئی الہام نہیں ہوا ہان گمان غالب ہی۔ کہ یہی ہو۔ کیونکہ اُسکی ذاتی بزرگی الہامات میں بیان کیگئی ہے ایسے جوابات کی یہ وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے۔ اس پسر متوفی کے استعدادی کمالات اس عاجز پر کہولدیے تھے۔ اور اس بنا پر قیاسی طور پر گمان کیا گیا تھا۔ کہ غالباً یہی مصلح موعود ہی کیونکہ اُسکی ذاتی استعداد اور مطہر اور مقدس ہونیکی حالت جو اُسکی پیدائش کے بعد الہامات میں بیان کی گئی۔ وہ مصلح موعود کے برابر بلکہ اس سی کہیں بڑہکر تہی۔ مگر پیدائش نے بعد کوئی ایسا الہام نہیں ہوا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہی۔ اور اسی تصفیہ اور تفتیش کی غرض سے سراج منیر کے چہپانیمیں توقف در توقف ہوتے گئے۔

الہامات جو اس پسر متوفی کی نسبت اُسکی پیدائش کے بعد ہوئے اُنسے خود مترشح ہوتا

تھاکہ وہ خلق اللہ کیلئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا۔ جیساکہ یہ الہام ہوا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ۔ پس اس الہام میں صاف فرمادیا کہ وہ ابر رحمت ہے مگر اس میں سخت تاریکی ہے اس تاریکی سے وہی آزمایش کی تاریکی مراد ہے جو لوگوں کو اُسکی موت سے پیش آئی اور ایسی سخت ابتلا میں پڑ گئے جو ظلمات کیطرح تھا یہ سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ عاجز اجتہادی غلطی سے اس خیال میں پڑ گیا تھا کہ غالباً یہ لڑکا مصلح موعود ہوگا جس کی صفائی باطن اور روشنی استعداد اور تطہر اور پاکیزگی کی اس قدر تعریف کیگئی ہے مگر اجتہادی غلطی کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ نفس الہام پر کوئی دھبہ لگا سکے ایسی غلطیاں اپنے مکاشفات کے سمجھنے میں بعض نبیوں سے بھی ہوتی رہی ہیں۔

باایں ہمہ جب لوگ پوچھتے رہے۔ کہ کیا یہ لڑکا مصلح موعود ہے۔ تو اُن کو یہی جواب دیا گیا کہ ہنوز یہ امر قیاسی ہے چونکہ خداوند تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو ابتلاء عظیم میں ڈالے اور سچوں اور کچوں میں فرق کرکے دکھلادے اسی وجہ سے یہ عاجز کہ ایک ضعیف بشر ہے اس ارادہ کا مغلوب ہوگیا۔ اور یوں ہوا کہ اُس لڑکے کی پیدائش کے بعد اُس کی طہارت باطنی اور صفائی استعداد کی تعریفیں الہام میں بیان کی گئیں اور پاک ۱ اور نور اللہ ۲ اور یداللہ ۳ اور مقدس ۴ اور بشیر ۵ اور خدا بامانت ۶ اُس کا نام رکھا گیا۔ سو اِن الہامات نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ غالباً یہ وہی مصلح موعود ہوگا مگر پیچھے سے کھل گیا کہ مصلح موعود نہ تھا۔ مگر مصلح موعود کا بشیر تھا۔ اور روشن فطرتی اور کمالات استعدادیہ میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور وہ ہزارہا مومنوں کیلئے جو اُسکی موت کے غم میں شریک ہوئے بطور فرط کے ہوگا پس یہ نہیں کہ وہ بیفائدہ آیا بلکہ خدا تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ اُسکی موت جو عظیم الشان ابتلاء کا ایک بھاری حملہ تھا وہ انکو جو اُس حملہ کی برداشت کر گئے عنقریب ایک تازہ زندگی بخشیگی اور

اپنی حالت میں وہ ترقی کر جائینگی یہ بشیر درحقیقت ایک شفیع کیطرح پیدا ہوا اور اُسکی موت
اُن سچے مومنوں کا ہوگا کفارہ ہے جنکو اُس کے مرنے پر محض للہ غم ہوا یہانتک کہ بعض نے کہا کہ گویا ہماری
ساری اولاد مرجاتی اور بشیر جیتا رہتا تو ہمیں کچھ بھی غم نہ تھا پس کیا ایسے لوگوں کا کفارہ نہ ہوگا۔
کیا ایسوں کیلیئے وہ پاک معصوم شفیع نہیں ٹھہریگا ضرور ٹھہریگا۔ اور اسکی موت نے ایسے مومنوں
کو زندگی بخشی ہے غرض وہ مومنوں اور ثابت قدموں کیلیئے جو اُسکی موت کے غم میں محض للہ شریک
ہوئے ایک ربانی مبشر تھا اللہ جلشانہ کے انزل رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کیلیئے کئی
طریقوں میں سو بشیر کی موت مومنوں کو برکت دینے کیلیئے اُن طریقوں میں سے ایک عمدہ طریقہ ہے۔ گو کوئی
شخص اِس عاجز پر اعتقاد رکھے یا نہ رکھے اور اِس ضعیف کو ملہم سمجھے یا نہ سمجھے مگر بشیر کی موت سے اگر
محض للہ اُسکو غم پہونچا ہے تو بلاشبہ بشیر اُسکے لیئے فرط اور شفیع ہوگا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار میں کہ جو بظاہر ایک لڑکے کی بابت
پیشگوئی سمجھی گئی تھی وہ درحقیقت دو لڑکوں کی بابت پیشگوئی تھی یعنی اشتہار مذکور کی پہلی یہ
عبارت (کہ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُسکا نام عنوائیل اور بشیر بھی ہے اُسکو
مقدس روح دیگئی ہے اور وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ
جو آسمان سے آتا ہے) یہ تمام عبارت اسی پسر متوفی کے حق میں ہے اور مہمان کا لفظ جو اُسکے حق میں
استعمال کیا گیا ہے یہ اُسکی چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے کہ جو چند روز
رہ کر چلا جاوے۔ اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور بعد کا وہ فقرہ مصلح موعود کیطرف اشارہ ہے
اور اخیر تک اُسکی تعریف ہے چنانچہ آپ کو اور اجمالاً سب کو معلوم ہے کہ بشیر کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی
۱۸۸۸ء کے اشتہار میں بھی وہ فقرہ الہامی کہ انہوں نے کہا کہ آنیوالا یہی ہے یا ہم

دوسیری راۃ تکمین اسی کیطرف اشارہ کرتا ہو اور بشیر کی موت پہلے جب آپ قادیان میں ملاقات
کیلئے تشریف لائے تو زبانی بھی اُس آیندہ لڑکے کے بارہ میں آپ کو الہام سنا دیا گیا تھا یعنی یہ کہ
ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ یخلق ما یشاء وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔
سو اس الہام نے پہلے سے ظاہر کر دیا کہ ایک لڑکا نہیں بلکہ دو ہیں ہاں کسی مدت تک یہی
اجتہادی غلطی رہی کہ لڑکا ایک ہی سمجھا گیا ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی جو لڑکے کی بابت
تھی وہ درحقیقت دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی اور پھر بعد میں بشیر کی موت
سے خود الہام نے اُس غلطی کو رفع کر دیا اگر الہام اس غلطی کو بشیر کی موت سے پہلے رفع نہ کرتا تو
ایک عمدی کو شبہات پیدا ہونے ممکن تھے۔ مگر اب کوئی گنجائش شبہ کی نہیں حضرت مسیح نے اجتہادی
طور پر بعض اپنی پیشگوئیوں کو ایسے طور سے سمجھ لیا تھا کہ اُسطور سے وقوع میں نہیں آئیں اور حضرات
حواریان بھی جو عیسائیوں کے نزدیک نبی کہلاتے ہیں کئی رفع پیشگوئیوں کے سمجھنے میں غلطی کرتے
رہے حالانکہ اُن غلطیوں سے اُنکی شان میں کچھ فرق نہیں آتا اجتہادی غلطی جیسے کبھی علمائے
ظاہر کو پیش آجاتی ہے ایسے ہی علماء باطن کو بھی پیش آجاتی ہے اور پاک دل آدمی اُن امور سے ذرا
بھی متغیر نہیں ہوتے خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ایسی حالت میں کب چھوڑتا ہے اور اپنے
انوار کو صرف اسی حد تک ختم کر دیتا ہے بلکہ بعض وقت کی یہ اجتہادی غلطی خلق اللہ کیلئے موجب نفع عظیم
کے ہوتی ہے اور جب فرستادۂ الٰہی کے سچائی کی کرنیں چاروں طرف سے کھلنی شروع ہوتی ہیں تب
سالک کے لئے یہ اجتہادی غلطی ایک دقیق معرفت کا نکتہ معلوم ہوتا ہے جس شخص کو خدا تعالیٰ سے
کچھ غرض نہیں اور معرفت الٰہی سے کچھ غرض نہیں اور اُسکا دین محض ہنسی اور ٹھٹھا ہے اور اسکا مبلغ
علم صرف موٹی باتوں اور سطحی خیالات تک محدود ہے ایسے شخص کی نکتہ چینی اور اعتراضات

کیا حقیقت رکھتے ہیں وہ حباب کیطرح جلد گم ہو جاتے ہیں اور نور حقانیت اور برہان صداقت جب
پورا پورا پرتو دکھلاتے ہیں تو ایسے ظلمانی اعتراضات کہ ایک غبی اور مردہ دل کے منہ سے نکلنے میں ساتھ
ہی ایسے معدوم ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی ظہور پذیر نہیں ہوئے تھے محجوب لوگ جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت
نہیں کر سکتے ویسے ہی اُس کے خالص بندوں کی شناخت کرنے سے قاصر ہیں اور ایسوں کو اپنے ایمان اور
اپنی معرفت کو پورا کرنیکی پرواہ نہیں ہوتی وہ کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے
اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے جسکو ہمیں حاصل کرنا چاہیئے وہ صرف رسم اور عادت کیطور پر مذہب
کے پابند رہتے ہیں اور صرف رسمی جوش سے قوم کے حامی یا مذہب کے ریفارمر بن بیٹھتے ہیں وہ کبھی
اسطرف خیال بھی نہیں کرتے کہ سچا یقین حاصل کرنیکے لیئے کیا کرنا چاہیئے اور کبھی اپنی حالت کو نہیں
ٹٹولتے کہ وہ کیسی سچائی کے طریق سے گری ہوئی ہے اور تعجب یہ ہے کہ وہ آپ تو حق کے بھوکے
اور پیاسے نہیں ہوتے باایں ہمہ یہ مرض ایسی طبیعت ثانی کا حکم اُن میں پیدا کر دیتی ہے کہ وہ
اس مرض کو صحت سمجھتے ہیں اور ایسا اُسکی تائید میں زور دیتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی
اپنی اُسی حالت کیطرف کھینچ لاویں سو ایسوں کے اعتراضات کچھ چیز نہیں ہوتے ہمارے نزدیک
اگر وہ مسلمان بھی کہلاویں بلکہ مولوی اور عالم کے نام سے بھی موسوم کیے جائیں تب بھی ان کا ایمان
ایک ایسی حقیر چیز ہے جس سے ہر ایک طالب عالی ہمت بالطبع متنفر ہوگا ہم ایسے لوگوں سے جھگڑنا
نہیں چاہتے اور اُنکا اور اپنا تصفیہ فیصلہ کے دن پر چھوڑتے ہیں اور لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ
دِينِ کہکر اُن کو رخصت کرتے ہیں یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ سچا رجوع اور سچا یقین بجز سچی معرفت
کے کہ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے بالکل غیر ممکن ہے اور یہ کام مجرد عقلی دلائل سے ہرگز نہیں ہو سکتا
وہ اتم و اکمل مرتبہ معرفت جو مدار نجات ہے فقط عقلی دلائل سے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ فقط عقلی طور پر

اپنے خصم کو ساکت کرنا ایک ناقص اور ناتمام فتح ہے ہمیشہ حقیقی فائدہ خلق اللہ کے ایمان کو اکابر کی برکات روحانیہ سے ہوتا ہے اور کبھی انکی کوئی پیشگوئی کسی ٹھوکر کھانیکی موجب ہوئی بھی تو در اصل خود اسی کا قصور تھا جس نے بوجہ قلت معرفت عادات الٰہیہ ٹھوکر کھائی یہ بات ہر ایک وسیع المعلومات شخص پر ظاہر ہے کہ انبیاء کا شفات کے متعلق اکثر بنیوں سی بھی اجتہادی غلطیاں ہوئیں ہیں اور انکو شاگرد و نسی بھی جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے بضع کے لفظ کو آیت سیغلبون فی بضع سنین میں داخل ہو تین برس میں محدود سمجھ لیا تھا۔ اور غلطی ہی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو متنبہ کیا اسرائیلی نبیونکی * اجتہادی غلطیاں تو خود ظاہر ہیں جنسے عیسائی بھی انکار نہیں کر سکتے پس کیا مجرد ظہور کسی اجتہادی غلطی کے اُن پاک نبیونکو

حاشیہ * بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی دیکھو سلاطین اول باب ۲۲ آیہ ۱۹ مگر اس عاجز کی پیشگوئی الہامی غلطی نہیں الہام نے پیش از وقوع لڑکا پیدا ہونا ظاہر کیا کہ جو انسان کے اختیار سے باہر تھا سو لڑکا پیدا ہو گیا اور الہام نے لڑکے کی ذاتی خصلتیں تو بیان کی مگر کہیں نہیں بتلایا کہ وہ عمر ضرور پائیگا۔ ہاں یہ بھی جتلایا کہ بعض لڑکے کم عمر میں فوت ہونگے۔ دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ہاں الہام نے پیش از وقوع یہ بھی کہہ دیا کہ ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود ہے دیکھو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو اگر ابتداء میں دو لڑکوں کو ایک لڑکا سمجھا گیا تو حقیقت میں یہ کچھ غلطی نہیں کیونکہ اُس غلطی کو پہلے لڑکے کی موجودگی میں ہی الہام نے رفع کر دیا۔ منہ۔

وفادار اور روشن ضمیر پیرو انہیں یہ صلاح دیسکتے تھے کہ آپ اپنے وعظ اور پند کو عقلی طریق تک
محدود رکھین اور دعوے نبوت اور پیشگوئیون کے بیان کرنے سے دست کش ہو جائین کہ یہ حق
کے طالبون کیلئے فائدہ مند چیز نہیں ان بزرگون نے ہرگز ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بمقابل
اُن روحانی برکات کے کہ جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں سے صادر ہوتی ہین۔ ایک آدھ اجتہادی غلطی
کوئی چیز نہیں۔ مین قطعاً و یقیناً کہتا ہون۔ اور علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہون۔ کہ مجرد عقلی دلائل کا
ذخیرہ اس شیرین اور اطمینان بخش معرفت تک نہیں پہنچا سکتا جس سے انسان بکلی خدا تعالیٰ
کی طرف منجذب ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس مرتبہ کے حاصل کرنیکے لئے فقط آیات آسمانی اور مکالمات
ربانی ذریعہ ہیں۔ اس ذریعہ کو وہی مجنون الرحمن ڈھونڈتا ہے۔ جو اپنے اندر سچی آگ تلاش کی پاتا ہے اور
اپنے تئیں رسمی ایمان پر اکتفا کر کے دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ فقط رسمی ایمان پر خوش ہونا ان لوگون کا
طریق ہے جنکے دل محبت دنیا میں پھنسے ہوئے ہین اور جو کبھی دنیا کی بازار کو اور چلتے اور پلنگ پر لیٹے ہوئے
اپنی ایمانکی اذانیں نہیں کر سکتے۔ کہ کسقدر اُسمیں قوت ہے اور زبان کی چالاکی اور شعلہ منطق نے کہانتک
انکے دلوں کو منور کر کے سیدھے راہ پر لگا دیا ہے۔ اور کس درجہ تک علم یقین بلا کر محبت مولیٰ بخشدی ہے۔
شاید بعض لوگ میری تقریر مندرجہ بالا کو پڑھکر جو نیچر صفائی استعداد اور عالی فطرتی بسر ستعنی کی بابت
لکھا ہے۔ اس حیرت میں پڑینگے۔ کہ جو بچہ صغیر سنی میں مر جاوے۔ اسکو علو استعداد کے کیا معنے ہیں سو میں
انکی تسکین کیلئے کہتا ہون۔ کہ کمال استعدادی اور پاک جوہری کیلئے زیادہ عمر پانا کچھ ضروری نہیں۔ اور یہ
بات عند العقل بدیہی ہے۔ کہ بچونکی استعدادات مین ضرور باہم تفاوت ہوتا ہے۔ گو بعض انمیں سے
مریں۔ یا زندہ رہیں۔ وہ اندرونی قوتیں اور طاقتیں جو انسان اس مسافرخانہ میں ساتھ لاتا ہے وہ
سب بچونمین کبھی برابر نہیں ہوتیں۔ ایک بچہ دیوانہ سا اور غبی معلوم ہوتا ہے اور منہ سے رال ٹپکتی ہے

عقلی دلائل کی کیفیت

اور ایک ہوشیار دکھائی دیتا ہے۔ بعض بچے جو کسی قدر عمر پاتے ہیں۔ اور مکتب میں پڑھتے ہیں۔ نہایت ذہین اور فہیم معلوم ہوتے ہیں۔ مگر عمر وفا نہیں کرتی۔ اور صغیر سنی میں مرجاتے ہیں۔ پس قوت استعدادات میں کسکو انکار ہو سکتا ہے۔ اور جس حالت میں صدہا بچے فہیم اور ذہین اور ہوشیار نظر آتے ہیں۔ تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کمالات استعدادیہ کے لئے عمر طبعی تک پہنچنا ایک ضروری امر ہے سیدنا و مولانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیم اپنے لخت جگر کی نسبت بیان کرنا۔ کہ اگر وہ جیتا رہتا۔ تو صدیق یا نبی ہوتا۔ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے سو اسی طرح خدا ئے عزوجل نے مجھپر کھول دیا ہے۔ کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے۔ کمالات استعدادیہ میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور اسکو استعدادی کمالات دوسرے عالم میں نشو و نما پائینگے۔ قصیر العمر ہونا اسکے علو جوہر کیلئے مضر نہیں بلکہ اسکا پاک آنا اور پاک جانا گنہ سے بکلی معصوم رہنا اسکے شرف پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اور جیسا کہ الہام نے بتلایا کہ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اور وہ گناہ سے پاک ہے۔ ایسا ہی مہمان کی طرح چند روز رہکر باکی اور معصومیت کی حالت میں اٹھایا گیا اور موت کیوقت بطور خارق عادت اسکا چہرہ چمکا اور اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور سو گیا۔ یہی اسکی موت تھی۔ جو معمولی موتوں سے دور اور نہایت پاک و صاف تھی ۔

اس جگہ یہ بھی تحریر کے لائق ہے۔ کہ اس کی موت سے پہلے اللہ جل شانہٗ نے اس عاجز کو پوری بصیرت بخشدی تھی۔ کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے۔ اور اب فوت ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے اس کی موت نے اس عاجز کی قوت ایمانی کو بہت ترقی دی اور آگے قدم بڑھایا۔ اس موت کی تقریب پر بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ وَقَالُوْا تَا

لِلّٰہِ تَفَتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا
اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْہَالِکِیْنَ شَاہَتِ الْوُجُوْہُ
فَتَوَلَّ عَنْہُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ۝ اِنَّ الصّٰبِرِیْنَ یُوَفّٰی
لَہُمْ اَجْرُہُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ اب۔ خدا تعالیٰ نے ان
آیات میں صاف بتلادیا۔ کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمایش کے لئے ایک ضروری
امر تھا۔ اور جو کچھ ہوئی۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے نومید ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا
کہ تو اسی طرح اُس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا۔ یہانتک کہ قریب مرگ ہو جائیگا۔ یا
مر جائیگا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا۔ کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے جبتک وہ
وقت پہنچ جائے۔ اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے۔ انکے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ
ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرتناک ہے

کوتہ بین لوگ یہ بھی خیال نہیں کرتے۔ کہ جس حالت میں اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء
میں یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی۔ کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت ہوں گے۔ تو کیا
یہ ضرور نہ تھا۔ کہ وہ پیشینگوئی پوری ہوتی۔ فی الحقیقت بشیر کی خوردسالی کی موت نے
ایک پیشگوئی کو پورا کیا۔ جو اُس کی موت سے تین سال پہلے کی گئی تھی۔ سو دانا
کے لئے زیادہ معرفت کا محل ہے نہ انکار اور حیرت کا۔

اِس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے پسر متوفی کے اپنے
الہام میں کئی نام رکھے۔ اُن میں سے ایک بشیر اور ایک عنموائیل اور ایک
خدا با ماست و رحمت حق با ماست اور ایک یداللہ بجلال و جمال ہے

اور اس کی تعریف میں یہ الہام ہوا۔ کہ جَائَکَ النُّوْرُ وَھُوَ
اَفْضَلٌ مِّنْکَ۔ یعنے کمالات استعدادیہ میں وہ تجھ سے افضل ہے۔
اور چونکہ اس پسر متوفّی کو اُس آنیوالے فرزند سے تعلقات شدیدہ تھے۔ اور اس
کے وجود کے لئے (9) بطور ارہاص تھا۔ اس لئے الہامی عبارت میں جو ۲۰۔
فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار میں درج ہے۔ ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط
کیا گیا۔ کہ گویا ایک ہی ذکر ہے۔ ایک الہام (10) میں اس دوسرے فرزند کا نام
بھی بشیر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ یہ ہی
بشیر ہے۔ جسکا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت
فرمایا۔ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر
ہوگا۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ یہی حقیقت حال ہے جو
میں نے آپ کو لکھی وافوض امری الی
اللّٰہِ واللّٰہُ بصیرٌ بالعباد

الراقم
خاکسار غلام احمد
از قادیان ضلع گورداسپور
ملک پنجاب۔ ۲۹ ربیع اول ۱۳۰۶ھ
۴ دسمبر ۱۸۸۸ء۔

(۱) **اختیار الاسلام ہر سہ حصہ** - یہ وہ زبردست کتاب ہے جس میں ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم (سابق مہر سنگھ) نے اپنی قبولیت اسلام کے وجوہات لکھے ہیں۔ اور آریہ سکھ مذہب کے اصول کا دلایل عقلیہ کیساتھ استیصال کیا گیا ہے۔ اور اغراض مباحثہ اور غیر مذاہب کے اصول کی واقفیت کے لئے یہ کتاب از بس مفید ہے۔ قیمت حصہ اول ۴ر دویم ۱۲ر سویم ۱۲ر

(۲) **تعلیم الاسلام** - یہ کتاب دہرمپال آریہ کی کتاب تہذیب الاسلام کے جواب میں ہے اسمیں آریہ کے سوالوں کا جواب ہی نہیں بلکہ حسب فرمودہ حضرت اقدسؑ آریہ مذہب کی تردید مین زبردست دلائل عقلیہ کی فہرست شامل ہے۔ قیمت ۸ر (تفصیل کیلئے دیکھو تعلیم الاسلام کی حقیقت مندرجہ رسالہ ہذا ص ۳۹۱

(۳) **اسلام کی پہلی کتاب** - اس مختصر کتاب مین قریباً ان تمام اعتراضوں کے جوابات بطور سوال و جواب کے درج ہین۔ جو آئے دن مخالف مولوی حضرت اقدس علیہ السلام کی دعاوی پر کیا کرتے ہین۔ یہ کتاب حضرت اقدسؑ کے ایماء سے لکھی گئی ہے۔ قیمت ۴ر

(۴) **معیار حق** - اس رسالہ میں اسلام کی صداقت میں ایک ایسا زبردست معیار اور کسوٹی پیش کی ہے۔ جسکی نظیر باوجود ۹۰۰ روپیہ انعام کے مخالفین اسلام پیش نہیں کر سکتے قیمت ۸ر

(۵) **عیسائی مذہب کی حقیقت** :- اس رسالہ میں الوہیت مسیح کے ابطال پر ۵ زبردست لاجواب دلائل دئے گئے ہین۔ قیمت ۸ر

(۶) **سکھ نومسلم کا لیکچر** قیمت ۸ر

(۷) **ترجمہ انگریزی** - یہ رسالہ مڈل اور انٹرنس کلاس کے طلباء کے لئے اور سلف سٹڈی کرنے والونکے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت ۲ر (پیر نور حسین ایم۔ اے)

(۸) **عدم نجات مذہب پولوس** ۸ر (۹) **مباحثہ مابین الہ دین واعظ و پادری صاحبان المشتہر** قیمت ۱ر

منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Refused

بک ڈپو انجمن تشحیذ الاذہان

ہم نے بعض ضرورتوں کو مدنظر رکھکر یہ ضروری سمجھا ہے۔ کہ تشحیذ الاذہان کے دفتر کے ساتھ بک ڈپو بھی شامل کی جاوے کیونکہ بعض احباب کے خطوط کتابوں کے لئے آتے ہیں اور پھر ان کی تعمیل میں دقت ہوتی ہے اسلئے فی الحال ہم نے چند کتب[1] بک ڈپو کے لئے مہیا کی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس بک ڈپو کو وسیع کیا جاویگا جو احباب اپنی کتابیں ہماری معرفت بیچنا چاہیں وہ بھی ہمیں بھیج سکتے ہیں کمیشن کا فیصلہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل کتب بک ڈپو سے ملسکتی ہیں۔

"صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" مصنفہ صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان ان اعتراضات کا جواب تفصیل سے دیا گیا ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود کی وفات پر مخالفین نے کئے ہیں۔ کتاب اسی رسالے کے سائز پر عمدہ چکنے کاغذ پر چھپی ہوئی ہے ۱۲۴ صفحے کی کتاب ہے۔ اور اسکے ساتھ رسالہ الوصیت بھی شامل کیا گیا ہے جو ۲۶ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے۔ ۱۵۰ صفحوں کی کتاب کی کل ۴ [illegible] ہے۔ سٹاک میں بہت تھوڑی کتابیں باقی رہگئی ہیں۔ درخواستیں باتو بنام منیجر ہوں یا بنام حضرت صاحبزادہ صاحب کے نام۔

---

[1] جسکی فہرست اس سے پہلے صفحہ پر دیگئی ہے۔

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب انوار احمدیہ مشین پریس کے طبع ہوا۔